

حاضر ہو رہا ہوں تو مجھے اطمینان ہے کہ اللہ میرے ساتھ ایک درہم (چوٹی) کے برابر بھی حساب نہیں کرے گا۔ آج کون ہے جو اتنے یقین کے ساتھ کہے کہ میری تجارت میں حرام کمائی نہیں یہ ان کے کمال تقویٰ کا ثبوت تھا، خود عالم اور محدث تھے پھر اس کے بدلے اللہ نے بیٹا بھی ایسا دیا کہ جس کا صدقہ ہماری صحیح بخاری کی شکل میں قیامت تک ہماری رہے گا، اور اس کا اجر ان کے والد کو بھی ملتا رہے گا۔۔۔ ہمارے حضرت امام ابو حنیفہ جن کے تین چوتھائی حصہ مسلمان مقلد ہیں عالم تھے، دن بھر درس و تدریس کا شغل رہتا، علماء اور قضاۃ تیار کرتے اور دین کے مسائل بتلانے میں مصروف رہتے اپنا مال مضاربیت پر لگوا دیا تھا۔ بہت بڑی تجارت تھی۔ ایک دفعہ اپنے کسی شریک تجارت کو مال تجارت دیا کہ اسے بیچ دو مگر اس میں فلاں عیب ہے۔ اُسے تاکید کر دی کہ خریدنے والے پر ضرور اس عیب کو ظاہر کر دو۔ اس نے مال فروخت کر دیا، واپس ہو کر حضرت امام کو تفصیل بتلا دی کہ فروخت ہوا اور غالباً بیس ہزار تک اس میں نفع ہوا، امام نے پوچھا کہ کیا تو نے خریدار پر عیب ظاہر کر دیا تھا؟ اس نے کہا کہ میں تو قطعی بھول گیا اور بڑی ندامت ظاہر کی امام صاحب نہایت خفا ہوئے وہ سارا نفع خیرات کر دیا، اور اس شریک کار سے شرکت کا معاملہ اسی وقت ختم کر دیا۔

حضرت مالک بن دینار بڑے صوفی عابد اور محدث گذرے ہیں، فرماتے ہیں کہ میرے ایک پڑوسی پر نزع کی حالت تھی برقت وفات میں ان کے پاس گیا، نہایت اضطراب اور پریشانی میں تھا، مالک بن دینار نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ میرے سامنے آگ کے دو پہاڑ ہیں اور مجھے حکم دیا جا رہا ہے کہ انہیں عبور کروں۔ پوچھا یہ کس چیز کے پہاڑ ہیں کہا کہ میں نے دکانداری کرنے ہوئے دو باٹ رکھے تھے، ایک پر خریدنا تھا، اور دوسرا جو اس سے کم تھا اس سے فروخت کیا کرتا۔ اب وہ دونوں ناپ تول کے پتھر ان پہاڑوں کی شکل میں میرے سامنے ہیں۔ اب میں ان پر کیسے چڑھوں اور کیسے عبور کروں۔؟

ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہیں کہ میرے ایک پڑوسی پر سکیت موت طاری تھی اور تلقین کے باوجود کلمہ نہیں پڑھ سکتا تھا، میں نے وجہ پوچھی تو کہا کہ جب کلمہ زبان سے پڑھنے لگتا ہوں تو میری دکان کی ترازو کی ڈنڈی زبان کو سختی سے دبا کر اسے روک دیتی ہے اور کلمہ پڑھنے نہیں دیتی۔

تو بھائیو! ان گناہوں کا اثر موت کے وقت ظاہر ہونے لگتا ہے اور ایسا خطرہ میں پڑ

جاتا ہے، بعض اوقات اہل اللہ اور عارفین پر ان چیزوں کا انکشاف ہو جاتا ہے، اور اس کی مثال تو حضور اقدسؐ کے زمانے میں بھی موجود ہے ایک صحابی سے اس کی والدہ ناراض تھی، اسکی موت کا وقت آیا، حضورؐ اس کے پاس تشریف لے گئے، کلمہ کی تلقین فرمائی مگر اسکی زبان کلمہ پڑھنے سے گنگ ہو جاتی تھی، حضورؐ کو وجہ معلوم تھی، اسکی والدہ کو بلا کر فرمایا کہ میں آپ کے اس بیٹے کو آگ میں ڈالنا چاہتا ہوں، کٹریاں جمع کر دو، اور حضورؐ تو حکیم تھے، والدہ کے جذبہ ترحم کو اس طرح ابھارنا چاہا کہ یہ اپنے بیٹے کو معاف کر دے گی، والدہ نے یہ سنا تو فریاد شروع کی حضورؐ نے فرمایا کہ جب تو اس سے ناراض ہے تو ویسے بھی اسے جہنم میں جلتا ہے تو یہاں ہی کیوں نہ جلایا جائے، ماں نے یہ سن کر فوراً بیٹے کو بخشدیا اور جب بخش دیا تو اس نے فوراً لا الہ الا اللہ کہہ دیا۔

ایک صحابی حضورؐ کے خدمت گزار ہیں، خادم حاضر باش ہیں کر کرہ نام ہے، حضورؐ کی اوٹنی کا کجاوہ کسی جہاد میں درست کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک تیر آیا اور وہ شہید ہو گئے، صحابہؓ بڑے خوش ہوئے کہ حیاتِ جاودانی شہادت حاصل ہونے پر انہیں بے حساب خوشی ہوتی تھی۔ ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ یَقْتُلُ فِی سَبِيلِ اللَّهِ اَمُوتَ بِلَا حَیَاةٍ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ۔

حضور اقدسؐ کو بھی مبارکباد دی کہ آپ کا غلام شہید ہو گیا حضورؐ نے فرمایا: تم مبارکباد دے رہے ہو مگر میں اسے ایک چادر میں لپیٹے ہوئے آگ میں جلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، صحابہ کرامؓ حیران ہوئے کہ حضورؐ کا خادم اور شہادت پانے والا صحابی کیوں جل رہا ہے؟ اس کے سامان کی تلاشی لی گئی تو اس میں سے مالِ غنیمت کی ایک چادر نکل آئی جو اس نے تقسیم ہونے سے قبل اٹھالی تھی۔ پھر حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ جنت میں وہ شخص داخل ہوگا جو پورا مسلمان ہو، پوری صلاحیت رکھتا ہو، سلم ہو، یعنی امن والا ہو۔

الغرض حرام کماٹی سے بچنے کی کوشش کرو اور اگر یہ گناہ سرزد ہو چکا ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ جس کا مال کھایا اس سے معافی مانگ لو، زندہ ہو تو اس کو ورنہ اس کے ورنہ کو ان کا حق واپس کرو اور آئندہ کے لئے حق تلفی اور اکل حرام سے اجتناب کرو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم مسلمانوں کا حق پہچان لیں، اپنے بھائیوں کی آبرورکھیں اور ہمارے ہاتھوں سے کسی کو نقصان نہ پہنچے۔ وَأَخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ اللہ
شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ — دہلی

محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بحیثیت

داعی الی اللہ

مقاصد خصوصیات آداب مراتب دعوت

★

داعی الی اللہ باذنہ — اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلائے والا، یعنی بنی دونوں باتوں میں خدا کا محتاج ہے۔ کسی کو دعوت بھی اللہ کی عطا کردہ توفیق کے بغیر نہیں دے سکتا، اور جب تک خدا کا حکم نہ ہو وہ دعوت نتیجہ خیز بھی نہیں ہو سکتی۔

سراجاً منیراً — چراغ چمکتا، یا چراغ نور پھیلائے والا۔ چراغ سے زیادہ چمک دمک چاند اور سورج میں ہوتی ہے۔ روشنی بخشنے اور نور پھیلائے میں بھی وہ چراغ سے لاکھوں کروڑوں گنا زیادہ ہیں۔ مگر حسب داعی الی اللہ کی حیثیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کیا جا رہا ہے تو آپ کو سورج یا چاند نہیں فرمایا گیا۔ بلکہ چراغ سے تشبیہ دی جا رہی ہے۔ کیونکہ داعی الی اللہ کیلئے جس سوز و گداز اور صبر و ابطہ اور تعلق کی ضرورت ہے وہ چاند اور سورج میں نہیں ہوتا۔

چاند اور سورج کی حقیقت کچھ بھی ہو وہ آگ کا گولہ ہوں یا کسی اور مادہ کا کرہ ہوں، مگر اتنی بات ظاہر ہے کہ وہ مغل انسان سے بہت دور۔ اور انسان کی دسترس سے بہت بالا ہیں۔ یہ درست ہے کہ ان کی کرنیں اور شعائیں انسان کی بہت سی ضرورتوں کے لئے مفید ہی نہیں بلکہ حیات بخش بھی ہیں۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ ان کی فطرت رقت اور گداز سے محروم ہے، چاند تو ایک منجمد کرہ ہے، جہاں

تک معلوم ہو سکا ہے اس میں حرارت بھی نہیں، آفتاب حرارت اور سوزش کا مخزن مانا جاتا ہے۔ مگر جس کو سوز و گداز کہتے ہیں، جو ہمدردی اور غمخواری کی علت ہو کرتی ہے۔ فطرت آفتاب اس سے نا آشنا ہے، وہ نہیں جانتی کہ رقت کس چیز کا نام ہے، لگھلاکس کو کہتے ہیں۔

اب آئیے چراغ پر ایک نظر ڈالیں، جس طرح اس کا نور رونق محفل ہے، خود اس کی ذات شریک مجلس ہے ہر ایک کی نظر اس کی لوتک اور انگلیاں اس کی بتی تک پہنچ سکتی ہیں۔ اور خصوصیت یہ ہے کہ وہ رقت و زاری کی ایک مثال۔ سوز و گداز کی تصویر اور ایثار و ذاتیت کا عبرت آموز سبق ہے۔ اہل محفل نشاط و مسرت میں سست ہیں۔ مگر یہ لگھل رہا ہے، سلگ رہا ہے، فدا ہو رہا ہے، قربان ہو رہا ہے، اس کا جگر پر سوز ہے، اور وہ جو رگ، جان کی طرح ایک قبیلہ ہے اس کا کس بل نکل رہا ہے۔ یہ سب کچھ کیوں ہے اور کس لئے ہے۔؟ انہیں اہل محفل کیلئے یہ سوز و گداز بنی کی خصوصیت ہے۔

کوئی داعی الی اللہ فریضہ دعوت ادا نہیں کر سکتا جب تک نوع انسان کی فلاح و بہبود کا درد اس کے دل میں نہ ہو اور اس کی تمام روحانی اور جسمانی طاقتیں اس سوز و گداز کے لئے وقف نہ ہوں۔ اسے سوز و گداز کہو یا کھلے لفظوں میں آگ اور نار کہو۔ جو ایک طرف داعی کے تن من کو تحلیل کر رہی ہے۔ اور دوسری طرف یہی نار پوری محفل اور انجمن کیلئے نور بن رہی ہے۔ مگر یہ آگ لکڑی اور ایندھن کی آگ نہیں ہے۔ یہ آگ ہے عشق و محبت کی آگ۔ ہمدردی اور غمخواری کی آگ، شفقت و رافت اور غمخواری کی آگ۔ یہ آگ جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی اس کا مرتبہ دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں بلند ہوگا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک کس درجہ پر سوز تھا، اور آپ کے رگ و پے میں یہ درد کتنا سراپت کر چکا تھا، اس کا کچھ اندازہ رب محمد کے اس ارشادِ گرامی سے ہوتا ہے،

لعلک باخع نفسك الا

شاید تم گھونٹ مارو اپنی جان اس پر کہ وہ یقین

نہیں کرتے۔

کیونکہ مومنین۔

اس کے باوجود کہ کلام ربانی میں مختلف طرح سے یہ سمجھا دیا گیا تھا، کہ ان کی کج روی اور گمراہی کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے، آپ ایک رہنما اور پیغام رساں ہیں۔ آپ کو تو اس کا محاسب یا

لہ ومن قولی فما ارسلک علیہم حقیظاً۔ سورۃ نازعہ ۸ ع ۸۔ قلے کنت علیکم بوکیلے۔

سورۃ نخل ۸ ع ۱۳ لست علیہم بمسیطی۔ سورۃ فاشیہ ۸ ع ۳۔

گماشتہ بھی نہیں ہیں کہ ان کے کردار بد کی جوابدہی آپ کو کرنی پڑے۔ پھر بھی مشفقانہ اور مجددانہ غم و اندوہ کی حالت یہ ہے کہ :

فَعَلَّلْتُ بَاخِعَ نَفْسٍ عَلَى آثَارِهِمْ سَرَّمُ كَبِيرٍ كَهْنُوتِ دُلُوكِ أَهْلِ جَانِ انْ كَيْسِ

وان لم یومنوا بهذا الحدیث اسفاً اگر وہ نہ مانیں گے اس بات کو بچتا بچتا کر۔ (سورۃ زمر)

آپ ایک بوڑھے باپ کا تصور کیجئے جو اپنی کھلی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ اس کے بچے آنکھوں پر پٹی باندھ کر دھکتی ہوئی آگ کی خندق کی طرف دوڑ رہے ہیں وہ چیخ رہا ہے۔ بدحواس ہو کر چلا رہا ہے، مگر بچے کچھ نہیں سنتے، نہ اپنی دوڑ میں کمی کرتے ہیں، نہ آنکھوں سے پٹی کھوستتے ہیں، وہ چاہتا ہے کہ کوڑے مارا۔ ان کو اس اندھی چال سے روکے تو اس کا آقا فوراً تنبیہ کرتا ہے کہ مارنے پیٹنے کا تمہیں کوئی حق نہیں، تم محض زبان سے سمجھا سکتے ہو، جو کسی قسم کا نہیں کر سکتے اور ان کو بددعا بھی نہیں کر سکتے۔ اولاد کی یہ چال اور آقا کا یہ حکم۔ اس بوڑھے باپ کی کڑھن کی کیا حالت ہوگی۔ ”آہ کرنے کی اجازت ہے نہ زیادتی ہے۔“

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ سوزی اور دل گدازمی کی یہ ہلکی سی تصویر ہے۔

شمع جلتی ہے پر اس طرح کہاں جلتی ہے ہڈی ہڈی مری اے سوز نہاں جلتی ہے

رات کی تاریکی کو قسم دے کر پوچھو وہ سچ سچ بتائیں گی۔ شب کے آخری لمحات میں

صبح صادق سے کچھ پہلے جب انسان کی فطرت سلیم خود انسان کو اپنے رب اور پروردگار کے سامنے جھکنے اور اس کے سامنے گڑ گڑانے کا وعظ کہا کرتی ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کیا ہوا کرتی تھی، جب وہ اپنی چند گز کی تنگ کوٹھڑی میں حبشی چھت سر سے لگتی تھی، جن میں نہ تازہ ہوا کا کوئی انتظام تھا نہ روشنی کا، وہ خستگی اور شکستگی کے ساتھ کھڑے ہو کر اور کبھی رکوع میں جھک کر۔ اور زیادہ فرش زمین پر پیشانی رگڑتے ہوئے قلب گریاں اور قسم پر قسم کے ساتھ

۱۔ علی البصار ہم عشاؤۃ۔ (بقرہ ع ۱)

۲۔ کمثل الذی ینحق بما لا یسمع الادعاء وینادع صمکم بکم عی فہم لا یعقلون۔

(بقرہ ع ۲۱ ج ۲)

۳۔ اولئک کا الادغام بلہ ہم اضلہ اولئک ہم الغفلون۔ (اعراف ع ۲۲)

۴۔ لیس لک من الامر شیئ او یتوب علیہم او یخذ بہم فانہم ظالمون۔ (آل عمران ع ۱۳)

کیا کہا کرتا تھا۔۔۔ ان تمام دعاؤں کو جمع کیا جاوے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے، ہمیں اس وقت وہ رات یاد آ رہی ہے جس میں زبان مبارک پر یہ آیت آگئی۔

ان تعذبہم فانہم عبادک وان
تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم
(سورہ مائدہ آخری رکوع) حکمت والا۔

یہ آیت زبان مبارک پر آئی تو ایک کیفیت طاری ہوئی، دل بھر آیا کہ یہ طاری ہوا، آپ پھوٹ، پھوٹ کر رونا چاہتے ہیں، مگر نماز کا ادب آواز نکالنے سے روک رہا ہے، تو سینہ مبارک میں ابلتی ہوئی ہندیا جیسی کھر کھراہٹ پیدا ہوئی، آنکھوں سے آنسوؤں کی ٹہنی جاری ہو گئی، اور پوری رات اسی آیت کے درو میں گزر گئی۔

بشر المؤمنین میں بشارت دینے کی عملی صورت پیش فرمائی گئی کہ جو لوگ آپ کی دعوت کو قبول کر لیں ان کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے خداوند عالم کی طرف سے اتنی بڑی فضیلت ہے کہ کسی نبی کی کوئی امت ان کے ہم پلہ نہیں ہے، اور سب سے افضل ہوں گے۔ اس کے بعد ان کا معاملہ تقاضا جو کھلے بندوں مخالفت کرتے ہیں۔ یا دوسرے کارہی اور تصنع سے کام لیتے ہیں کہ دل میں کفر بھرا ہوا ہے اسے اور ظاہر کرنے میں کہ وہ آپ کے متبع اور فرمانبردار ہیں۔ کلام الہی ان کو کافر اور منافق کہتا ہے۔ اور ان کے لئے دو باتوں کی ہدایت کرتا ہے، اول یہ کہ ان کی دلداری کے لئے آپ ایسا ہرگز نہ کریں کہ ان کی باتوں پر چلنے لگیں جب وہ کافر و منافق ہیں تو ان کی باتیں بھی ایسی ہی ہوں گی۔ دوسری ہدایت کے الفاظ ہیں۔ دح اذ اھم۔ اس لفظ کی تفسیر دو طرح کی گئی اور عجیب بات یہ ہے کہ باپ بیٹے کی رائے مختلف ہے۔

سیدنا حضرت شاہ دلی اللہ صاحب اس کا ترجمہ کرتے ہیں :

”از نظر اعتبار بگزار رنجانیدن انسان را“

یعنی یہ کافر اور منافق آپ کو جو کچھ ایذا پہنچاتے ہیں اس کو نظر انداز کیجئے اس کا خیال مت کیجئے۔ اور اپنے خدا پر بھروسہ کیجئے، وہ آپ کا کار ساز ہے، اور حضرت شاہ صاحب کے قابل فرزند ارجمند حضرت شاہ عبدالقادر صاحب اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں : اور چھوڑ دے ان کو ستانا اور بھروسہ کر اللہ پر اور اللہ بس ہے کام بنانے والا۔ ممکن ہے کاتب صاحب کی یہ ہربانی ہوئی ہے کہ ”ان کا“ کی بجائے ”ان کو“ لکھ دیا ہو، اگر شاہ عبدالقادر صاحب کے الفاظ یہ ہوں